محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخلتم علی المریض فنفّسوا لہ فی اجلہ فان ذالک لا یرد شیئاً و یطیب بنفسہ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم کسی بیمار کے پاس اس کی بیمار پرسی کے لیے جاؤ تو اس کی درازیٔ عمر کے کلمات کہو۔ تمہارے یہ کلمات کسی معاملے کو ٹال تو نہیں سکتے، البتہ مریض کا دل اس سے خوش ہو جائے گا۔

انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں، جس میں اسلام نے انسان کی رہنمائی نہ کی ہو، اور اس کو واضح ہدایات نہ دی ہوں۔ وہ ہر مرحلے میں مسلمانوں کا قائد ہے۔ کسی سے میل جول میں، ربط و تعلق میں، معاملات میں، لین دین میں، کہیں بھی انسان کو حیران و ششدر نہیں رہنے دیا اور کسی موڑ پر بھی اسے پریشانیوں کے حوالے نہیں کیا۔ بلکہ ہر موقع اور ہر محل میں اس کو مناسب ہدایات سے نوازا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو یہ تک بتا دیا ہے کہ بیمار کی بیمار پرسی کے لیے جاؤ تو تمھیں کیا انداز اختیار کرنا چاہیے اور اس موقع پر کس اسلوبِ گفتگو سے کام لینا چاہیے۔ شریعت میں یہ صاف احکام ہیں کہ بیمار کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس کے حق میں ایسے الفاظ استعمال کرو جو اس کے لیے راحت اور تسکینِ قلب کا باعث ثابت ہوں۔ یہ نہ ہو کہ اس کی چارپائی کے گرد شور اور ہنگامہ بپا کر دو۔ وہ تو بے چارہ پہلے ہی سے تکلیف میں مبتلا ہے اور بستر مرض پر پڑا ہے اور آپ اس کے لیے مزید تکلیف رسانی کا موجب بن گئے ہیں اور ایسی گفتگو کرنے لگے ہیں جو اس کی بیماری اور تکلیف میں مزید اضافہ کا سبب ہو۔ مریض کے پاس بات چیت کا انداز ایسا پیارا اور میٹھا ہونا چاہیے کہ وہ اس سے فرحت اور مسرت محسوس کرے، اور آپ اس کے ہاں سے رخصت ہونے لگیں تو وہ آپ سے اس درجہ متاثر ہو کہ آپ سے مزید کچھ دیر

بیٹھنے کی تمنا کرے۔
آپ اس سے بات کریں تو اسے تسلّی دیں اور اس کی بحالیٔ صحت اور درازیٔ عمر کی دعا کریں۔ اس سے مریض مسرت محسوس کرتا ہے اور اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ مندرجہ بالا حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسی حکیمانہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ ہوگا تو وہی کچھ جو اللہ کو منظور ہے اور مریض کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے، لیکن باتوں میں تو اس کے لیے اطمینانِ قلب کا سامان فراہم کرتے رہنا چاہیے اور اس کا دل خوش رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ یہ ایک بہت بڑی انسانی قدر ہے جس کی طرف آنحضرتؐ نے توجہ دلائی ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی لوگوں کو تاکید کی ہے۔

اگر مریض کے پاس اس کی بیماری کی شدت کی باتیں کی جائیں گی، اس کے مرض کے لاعلاج ہونے کا قصہ چھیڑا جائے گا، اس کے سامنے اس کے معالجوں کی رائے کا اظہار کیا جائے گا تو وہ لازماً مایوس ہوگا، اس کے دل پر برُا اثر پڑے گا اور اس کی امیدیں منقطع جائیں گی۔ اگر اس کو اپنے اندر صحت وتندرستی کے کچھ آثار محسوس بھی ہوتے تھے تو اس قسم کی مایوس کن باتوں سے وہ بھی ختم ہو جائیں گے اور بیماری سے زیادہ لوگوں کی یاس انگیز باتیں اس کی جان لیوا ثابت ہوں گی۔

یہ حدیث بظاہر چند الفاظ پر مشتمل ہے، مگر درحقیقت نہایت عمدہ مضمون کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جس میں انسانی نفسیات کے بنیادی قدر کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں تیمارداروں کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ مریض کو خوش رکھنے کی کوشش کریں، اس کا دل بڑھاتے رہیں اور اسے مایوسی سے دور رکھیں، وہاں اس کے معالجوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ اسے تسلی دیں، اگرچہ اس کا مرض بظاہر لاعلاج ہی معلوم ہوتا ہو اور خطرے کی حدود کو چھونے لگا ہو۔ اگر معالج اس کو تسلی دے گا اور اسے پُرامید رکھے گا تو اس کے دل میں خوشی کے جذبات کروٹ لیں گے اور اس کے اندر مسرت کے آثار اُبھریں گے۔